قربانی اور اسلام

تلخیص وانتخاب : ادارۃ الحق

- شیخ الطریقت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحؒ
- حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ
- شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحؒ
- شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ

جان کے بدلے جان کی قربانی

—— مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحؒ ——

حضرات! میں چند ہفتوں سے قربانی کے متعلق جس چیز کو رو رہا ہوں وہ عمل قربانی کو نہیں، بلکہ میں عقیدۂ قربانی کو رو رہا ہوں۔ انگریزی اخبارات میں متعدد بار اور مسلسل اس کے خلاف مضامین چھپتے رہے۔ اور میں اپنے احباب سے برابر پوچھتا رہا کہ کیا کسی اخبار نے اس کا کوئی جواب لکھا۔؟ مگر مجھے یہی معلوم ہوتا رہا کہ تمام اخبارات اس کی طرف سے خاموش ہیں۔ جو شخص اس کے خلاف لکھ رہا ہے، اور قربانی کو رسم بد اور فساد فی الارض کہہ رہا ہے۔ کہ قربانی کی بھی ایک رسم بد چل پڑی ہے جسطرح تراویح کی رسم بد چل پڑی۔ یہ شخص بارہ سو برس کے اجماعی عقیدہ کا انکار کر رہا ہے۔ جو عقیدہ ابتدائے اسلام سے لیکر آج تک مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ رہا یہ شخص اس کو فساد فی الارض کہہ رہا ہے —— غرض یہ لوگ اس عقیدہ کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دینا چاہتے ہیں۔ لیکن عقیدہ ہی وہ چیز ہے جسکی درستی ہی سے مسلمان مسلمان رہ سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ قربانی ضروری ہے۔ مگر باوجود استطاعت کے اس کو نہ کرتا ہو تو اس شخص کی نجات ہو جائے گی۔ مگر جو شخص ایسا ہو کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ قربانی اسراف مال ہے۔ اور بیکار فعل ہے۔ پھر اگرچہ اس عقیدہ کے ساتھ وہ قربانی ہمیشہ کرتا رہے مگر اس خرابی عقیدہ کی بناء پر ابد الآباد تک جہنم میں رہے گا۔ تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قربانی ہر غنی پر واجب اور ضروری ہے۔ ورنہ دائرۂ اسلام میں رہنا ناممکن ہے۔ اور یہ زہر ایسا پھیلا ہے کہ میرے پاس باہر سے بھی خطوط آتے رہے ہیں —— یہ الفاظ کہ "قربانی بھی ایک رسم بد چل پڑی ہے۔ جسطرح تراویح مسلمانوں میں ایک رسم بد چل پڑی کفر کے الفاظ ہیں۔ تو غرض عمل و عقیدہ میں بڑا فرق ہے۔ عمل کو ترک کر دینے سے نجات کی امید ہے۔ مگر عقیدہ ترک کر دینے سے نجات ہی نہ ہو گی —— جب عقائد اسلام پر حملہ ہو

تو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جسطرح بھی ممکن ہو وہ اسلام کی مدد کرے۔ اور حقیقت میں یہ اسلام کی مدد نہ ہوگی، بلکہ خود اپنی مدد ہوگی۔ اپنی جان کی مدد ہوگی اپنی آخرت کی مدد ہوگی ——۔

ہم پر جو قربانی فرض کردی گئی وہ اسی نسبت ابراہیمی کو زندہ کرنے کے لئے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سنۃ ابیکم ابراھیم"۔ تو چونکہ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی میں گوشت مقصود نہ تھا بلکہ جان دینا تھا۔ اسی لئے ہمارے لئے بھی حکم ہے کہ قربانی کی جان دینا مقصود ہے۔ جو اصل میں بدل ہے اپنی جان کا۔ یہی وجہ ہے، کہ فقہاء لکھتے چلے جاتے ہیں۔ کہ اگر کسی نے قربانی کا سارا گوشت خود ہی رکھ لیا اور اسکی کھال بھی اپنے ہی استعمال میں لے آیا۔ تب بھی قربانی ہو گئی، دوسرے صدقات تو مال کو ملک سے نکالنا مقصود ہے۔ لیکن اس جگہ مال تو ملک میں رہتا ہے۔ تو جب گوشت بھی اسی کی ملک رہا اور کھال وغیرہ بھی اسی کی ملک میں رہی۔ تو آخر اس کے پاس سے کیا چیز نکل گئی، جس کا ثواب ملا۔؟ تو ظاہر ہے کہ صرف قربانی کی جان نکلی ہے۔ اور یہی مقصود ہے قربانی کا۔ اس لئے اسکو دوسرے صدقات پر قیاس کر کے یہ کہنا کہ اتنا گوشت ضائع ہو رہا ہے۔ حماقت ہے۔ کیا جس مال کے خرچ کرنے سے اللہ مل جائیں وہ مال ضائع ہوگا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سَو اونٹ قربان فرمائے اور سَو اونٹ قربانی فرمانے میں ایک حکمت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے اور اس سے خون بہا یعنی خون کا بدلہ دیا جائے تو شریعت نے ایک انسانی جان کا خون بہا سَو اونٹ مقرر فرمائے ہیں۔ اور اس مقدار پر چاروں اماموں کا اتفاق ہے۔ تو گویا آپ نے سَو اونٹ قربانی فرماکر یہ بتا دیا کہ قربانی دراصل انسان کی جان کا بدلہ ہے۔ اور یہ سَو اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان کا بدلہ دیا۔ تو اصل گوشت پوست نہیں بلکہ جان دینا ہے۔ اب جب یہ بات سمجھ میں آگئی۔ اور خدا کرے کہ سمجھ میں آگئی ہو کہ قربانی دراصل جان کے قائم مقام ہے تو اب سمجھئے کہ اگر آپ قربانی کی بجائے صدقہ دیویں تو کیا صدقہ قربانی کا بدل ہو سکتا ہے، اور کیا یہ صدقہ جان کا بدل ہو سکتا ہے۔؟ کیونکہ آپ نے لاکھ روپے بھی صدقہ دیا آپ کی جان کی قیمت نہیں، کیونکہ اگر کسی شخص کو لاکھ روپیہ اس شرط پر دیا جائے کہ تم اپنی جان دے دو۔ تو وہ ہرگز اس پر راضی نہ ہوگا۔ تو اب خداوند تعالیٰ کی رحمت دیکھئے کہ انھوں نے قربانی کو جان دینے کا بدلہ بنا کر بڑا احسان کیا کہ جو اجر و ثواب کروڑوں روپیہ خرچ کر کے بھی نہ ملتا وہ چند روپے خرچ کرنے سے عطا فرما دیتے ہیں۔

اب جو مخالفین کہہ رہے ہیں۔ کہ روپے خیرات کر دو۔ کیا کوئی ذی ہوش یہ خیال کر سکتا ہے۔ یہ قیمت اور روپے قربانی کے (یعنی جان دینے کے) برابر ہو جائیں گے۔ اگر کروڑ روپے بھی کوئی شخص خیرات کر دے تب بھی قربانی کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم پر ایسا

سخت دور بھی آیا کہ کئی کئی وقت کھانے کو نہ ملتا تھا۔ صرف چند کھجوروں پر کئی کئی دن گذر جاتے تھے۔ اور بعض اوقات تو صرف گٹھلیاں چوس چوس کر صحابہؓ نے وقت گذارا ہے۔ مگر باوجود اتنی تنگی اور سختی کے بھی قربانی کی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ قربانی کا روپیہ ان لوگوں کو دیدو۔ حالانکہ ان سے زیادہ اور کون ضرورت مند ہوگا ــــ اور اس سے زیادہ کون سا دور سخت ہوگا ــــ۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی ہی کرنا ضروری ہے۔ قیمت یا روپیہ دینا کافی نہیں ہوسکتا۔ یہی راز ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے۔ کہ اگر ایک گائے میں چھ حصہ دار تو قربانی کے حصے لیں۔ اور ایک حصہ کوئی شخص گوشت کرنے کو لے تو ان چھ آدمیوں کی بھی قربانی نہیں ہوئی۔ کیونکہ قربانی کا مقصود جان دینا ہے جس کا تجزیہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے سب کی قربانی بیکار گئی۔ تو اگر گوشت مقصود ہوتا تو سب کی قربانی ہوجاتی۔ اسی طرح جانور میں شرطیں ہیں کہ اندھا نہ ہو لنگڑا نہ ہو، وغیرہ۔ تو اگر گوشت مقصود ہوتا تو یہ شرطیں کیوں ہوتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراصل گوشت مقصود ہے ہی نہیں بلکہ اصل جان دینا ہے۔

اس کے بعد یہ سنیئے کہ قربانی ہر جگہ کرنا ضروری ہے۔ یہ جو کہا جا رہا ہے کہ صرف مکہ میں ہی قربانی ہوسکتی ہے۔ یہ غلط ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ میں کسی شخص نے قبل نماز قربانی کردی اور آنکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ حضورؐ میں نے قربانی کردی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قربانی نہیں ہوئی "شاۃ لحم" یہ گوشت کی بکری ہوگئی۔ اور یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا۔ اس لئے کہ عید کی نماز مکہ معظمہ میں نہیں ہوتی۔ وہاں یہ خدا تعالیٰ نے معاف کردی ہے۔ کیونکہ ارکانِ حج ادا کرنے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ تو اس جگہ قربانی کو خدا تعالیٰ نے نماز کے ساتھ جوڑا۔ اس میں پتہ دیا۔ اس بات کا کہ جسطرح نماز کے اوقات مقرر ہیں اسی طرح قربانی کا بھی وقت مقرر ہے کہ دسویں تاریخ کو نماز عید کے بعد بارھویں کے غروب آفتاب تک اس کا وقت ہے۔ اگر بارھویں کے غروب کے بعد یا عید کی نماز سے قبل سو اونٹ بھی ذبح کئے تو اتنا ثواب نہ ہوگا جتنا اس وقت میں ایک حصہ کرنے کا، تو یہ عبادت بھی نماز کیطرح ہے۔ کہ زمن کا وقت متعین ہے مکان متعین نہیں۔

قربانی کا ہر جگہ ضروری ہونا یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے لئے دلیلیں بیان کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ کہ آج عوام کی دینی حالت اس قدر مضمحل ہوگئی ہے کہ ایسی ظاہر باتوں میں بھی ان کو شبہات پیدا ہونے لگے۔ اصل یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ کہ ان کے ثبوت کے لئے قرآن و حدیث کی ضرورت نہیں پڑتی۔ (اگرچہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہے) مثلاً ہم کو اس کا علم ہے کہ زمین پر "بغداد" بھی ایک شہر آباد ہے۔ حالانکہ ہم نے کبھی بغداد کو دیکھا نہیں، مگر چونکہ ساری دنیا اس کے وجود

پر متفق ہے۔ اور جب سے بغداد آباد ہوا ہے۔ اس وقت سے برابر نسلاً بعد نسل ہر شخص اس کے وجود کو تسلیم کرتا چلا آرہا ہے۔ اس لئے ہم کو بھی اس میں کوئی شبہ نہیں ہوتا نہ کبھی اس کے ثبوت کے لئے قرآن و حدیث کی ضرورت پڑی ہے۔ اسی طرح یہ قربانی کا عمل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک ہر جگہ یہ عمل رہا۔ صحابہؓ نے کس قدر قربانیاں کیں۔ اور تابعین نے لاکھوں کی مقدار میں تو بلامبالغہ اور ممکن ہے کہ کروڑوں کی تعداد میں قربانیاں کی ہوں۔ علیٰ ہذا تبع تابعین نے، تو جس عمل پر صحابہؓ تابعین تبع تابعین اور امت کے تمام علماء و صلحاء چودہ سو برس سے متفق ہوں وہ آج لاہور میں آکر چند بے دین لوگوں کے نزدیک جو صرف یہیں کی پیداوار ہیں بے کار اور بے اصل قرار پائے ــــ الغرض یہ کوئی نظری عقیدہ نہیں کہ جس کو دلائل قائم کر کے ثابت کیا جائے۔ بلکہ آفتاب سے زیادہ روشن اور واضح ہے اور چودہ سو برس کے مسلمانوں کا متفقہ تعامل ہے۔ جیسے بغداد کے شہر کی مثال ابھی گذری۔

امام ابوحنیفہؒ قربانی کے ہر جگہ ہونے پر بحث فرمارہے ہیں۔ اسی طرح امام شافعیؒ و دیگر ائمہ اس موضوع کے ہر پہلو کو واضح فرمارہے ہیں۔ اور یہ حضرات پہلی صدی کے لوگ ہیں۔ تو کیا اسوقت سے آج تک کوئی اس حقیقت کو نہ سمجھا جو آج ان چند جدید لاہور کے محققین پر واضح ہوئی ــــ؟

میں بقسم کہتا ہوں اور میرے پاس قسم سے زیادہ کوئی چیز یقین دلانے کیلئے نہیں کہ یہ لوگ دین کی حقیقت ہی نہیں سمجھے۔ اگر دین کی ہوا بھی ان کو لگی ہوتی تو یوں ٹھوکریں نہ کھاتے۔ دین کی سمجھ پیدا ہوتی ہے علم دین پڑھنے اور نیک صحبت اختیار کرنے سے، مگر آجکل لوگوں کو دین سے صرف غفلت ہی نہیں بلکہ نفرت و وحشت ہے ــــ۔

اب رہا یہ سوال کہ اس کا دنیا میں کیا نفع ہے ــــ؟ سو یہ ایسا سوال ہے۔ کہ اس کا جواب تبھی سمجھ میں آسکتا ہے، جسکو یہ سارا نقشہ مستحضر ہو۔ یعنی حاجیوں کا جانا اسکی وجہ سے دل پر چوٹ لگنا دل میں وہاں جانے کی حسرت ہونا جن لوگوں پر یہ کیفیات طاری ہوں۔ ان سے پوچھئے کہ ان کو یہ تشبہ حاصل کر کے کیا کچھ سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور جو شخص ایسا ہو کہ جس کے دل پر نہ چوٹ لگے نہ عید کے دن اس کو کوئی خاص اہتمام ہو نہ خوشبو، نہ غسل نہ قربانی تو اس کو ان باتوں کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔ یہ تو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے دل پر کچھ چوٹ لگی ہو۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

حج زیارت کردن خانہ بود   حج رب البیت مردانہ بود

(انتخاب از وعظ قربانی)

★